جلد ۱۳ — اخاء ۱۳۵۱ ھش — شمارہ ۱۰

اکتوبر ۱۹۷۲ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ چھتر پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۵۱ ہش

رمضان ۱۳۹۲ ہجری اکتوبر ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

چندہ سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ ۷۵ پیسے

فہرست مضامین

—— حسن ترتیب ——

• پبلشر . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

• مطبع . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقام اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارہ ۱	ماہنامہ انصاراللہ ربوہ	جلد ۱۳

اخاء ۱۳۵۱ ہش

رمضان المبارک کا قبولیتِ دُعا کے ساتھ گہرا تعلق ہے

اس ماہ کی برکات و فیوض سے پورا فائدہ اٹھائیں اور دعاؤں پر خوب زور دیں

رمضان المبارک کا مہینہ اپنے دامن میں ہزاروں برکات و افضال اور رحمتیں لئے آرہا ہے۔ روحانی بہار کی آمد آمد ہے جو مُردہ دلوں کو تازگی کا پیغام دے گی۔ انہیں زندگی سے ہمکنار کرے گی۔ دلوں کی کلیاں وا ہونگی۔ روحانیت کے باغ میں نئے نئے پھول کھلیں گے۔ روحانی فضا خوشبوؤں سے معطر ہوگی انسانی اعمال کے پودے نئے شگوفے نکالیں گے۔ گناہوں کی خزاں اپنا بوریا بستر باندھ لے گی۔ مومنوں کے اندر روحانی ذوق اور حرارت پیدا ہوگی اور انسانی زندگی میں ایک انقلاب بپا ہوگا۔

رمضان کا مہینہ اپنے اندر بہت سے فضائل اور برکات رکھتا ہے جن کا شمار کرنا اور با تفصیل بیان کرنا اس فرصت میں مقصود نہیں۔ اس وقت اس کی صرف ایک فضیلت کی طرف توجہ دلانا مطلوب ہے جو قبولیتِ دعا سے تعلق رکھتی ہے۔ اس مہینہ کو دعا سے خاص تعلق ہے اور دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو کامیابی سے ہمکنار کردیتی ہے اور کمزور اور ظاہری اسباب سے محروم لوگوں کا

وسیلہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ " یہ دعاؤں کا مہینہ ہے " خدا تعالےٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ

اے رسول! جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے سوال کریں تو تو انہیں کہہ دے میں ان کے بالکل قریب ہوں اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں ان کی ہر پکار کو سنتا ہوں۔ ان کی ہر دعا کو قبولیت کا شرف بخشتا ہوں۔ اُدھر ان کی آواز نکلتی ہے ادھر میں اسے قبول کر لیتا ہوں لیکن شرط صرف یہ ہے کہ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ وہ میرے احکام کی پوری طرح تعمیل کریں۔ میری توحید پر ایمان رکھیں۔ میری صفات کی معرفت حاصل کریں۔ میرے اخلاق کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ اور اس بات پر یقین رکھیں کہ میں انہیں ضائع نہیں ہونے دوں گا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ فِیْ رَمَضَانَ یُنَادِیْ مُنَادٍ بَعْدَ الثُّلُثِ الْاَوَّلِ اَوْ ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ۔ اَلَا سَائِلٌ یَسْأَلُ فَیُعْطٰی اَوْ مُسْتَغْفِرٍ یَسْتَغْفِرُ فَیُغْفَرُ لَہٗ اَلَا تَائِبٌ یَتُوْبُ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ

رمضان کی ہر رات کے آخر میں ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کیا کوئی سوالی ہے کہ اسے دیا جائے۔ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ اس کے گناہ معاف کئے جائیں اور کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔

یہ کہنا درست نہیں کہ خدا تعالےٰ کا اس مہینہ سے زیادہ تعلق ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے اپنے بندوں پر احسان کر کے اس ماہ میں ایسے ذرائع مقرر فرما دیئے ہیں جن سے سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں اور وہ سمجھیں کہ اگر سارا سال نہیں تو کم از کم اس ماہ میں زیادہ روحانی فائدہ اٹھالیں انسان کے لئے یہ مہینہ گویا روحانی لحاظ سے موسم بہار ہے۔

اس ماہ میں دعاؤں کی قبولیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل سے برائیوں اور گناہوں کے محرکات کو دبا دیتا ہے اور نیکی کے محرکات کی ترغیب دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

" رمضان کی پہلی رات شروع ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنّ یعنی روحانیت اور نیکی کے دشمن پابہ زنجیر کر دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بلا استثناء بند کر دیئے جاتے ہیں

جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یعنی نیک اعمال بجالانے والوں پر انعامات کی بارش ہوتی ہے اور ایک منادی کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے طالبِ خیر نیکی کی طرف متوجہ ہو اور اے بُرائی کا ارادہ کرنے والے تو تھوڑی سی دیر بدی سے رک جا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں کئی لوگوں کو جہنم کے عذاب سے آزاد کر دیتا ہے اور یہ کارروائی رمضان میں ہر روز ہوتی ہے۔" (ترمذی)

پھر فرماتے ہیں۔

فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ

اِس مہینہ میں ایک ایسی رات بھی ہے جو کہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس کی خیر و برکت سے محروم رہا اس کی بدقسمتی میں کوئی شبہ نہیں۔

پھر اس ماہ میں قبولیتِ دعا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان ایام میں چھوٹے اور بڑے، بوڑھے اور جوان، عورت اور مرد، سارے ہی رات کو اٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ عورتیں جو شرعی لحاظ سے روزہ سے مستثنیٰ ہیں وہ بھی سحری کے وقت کھانا پکانے کے لئے اٹھتی ہیں۔ اس لئے ان کی دعائیں الہامی دعاؤں کا رنگ اختیار کر جاتی ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی آواز کو اپنی آواز قرار دیا ہے۔ اسی طرح جب سب مسلمان اکٹھے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں تو ان کی دعائیں الہامی رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ اور وہ اور دعاؤں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں۔

پھر ایک وجہ اس ماہ میں دعاؤں کے زیادہ قبول ہونے کی یہ ہے کہ اس ماہ میں انسان ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سے مشابہت اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اسے نیند اور اونگھ نہیں آتی۔ ایک روزہ دار بھی رمضان میں ہر رات نیند کا ایک حصہ قربان کرتا ہے۔ سحری کھانے اور تہجد کے لئے اٹھتا ہے۔ دعاؤں میں ایک حصہ رات کا خرچ کرتا ہے۔ کام کرنے والے کو تو اس ماہ میں دو تین گھنٹوں سے زیادہ نیند کا موقعہ نہیں ملتا۔ اس طرح ایک رنگ میں انسان خدا تعالیٰ سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ انسان ہمیشہ کے لئے کھانا پینا تو چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی رمضان میں صبح سے شام تک کھانا نہ کھا کر وہ ایک حد تک خدا تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی شان پاک ہے۔ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔ اس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد اور ایک روزہ دار رمضان میں روزہ کے دوران جنسی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر خدا تعالیٰ کی اس صفت کا رنگ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ خیر ہی خیر ہے اور

روزہ دار کو بھی رمضان میں خاص طور پر نیکیاں کرنے کا حکم ہے۔ وہ غیبت سے بچتا ہے، چغلی، عیب جوئی اور دوسری برائیوں سے اجتناب کرتا ہے۔ بری عادتوں کو ترک کرتا ہے۔ غرض وہ ہر طرح کوشش کرتا ہے کہ اس میں خیر ہی خیر ہو اور ایک حد تک خدا تعالےٰ سے مشابہت اختیار کر لیتا ہے۔ غرضا اس ماہ میں انسان اپنے آپ کو مظہر خدا بنا لیتا ہے اور جب مظہر خدا ہونے کی صورت میں اس کی پکار خدا تعالےٰ کی پکار اور اس کی دعا خدا تعالےٰ کی دعا بن جائے گی تو اس کی قبولیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

پھر رمضان ماہِ صیام ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ روزے رکھنا بمنزلہ ڈھال کے ہے۔ جس طرح ڈھال کے ذریعہ انسان ایک طرف دشمن کے حملہ سے بچتا ہے تو دوسری طرف اس کے ذریعہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے دشمن کے خلاف جارحانہ اقدام کرتا ہے۔

اسی طرح روزوں کے ذریعہ انسانی نفس شیطانی خیالات اور بد اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے اخلاق کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے اور اس کی صفات سے متصف ہو جانے کی وجہ سے وہ شیطان پر حملہ آور بھی ہوتا ہے۔ پھر روزہ کی عبادت خدا تعالےٰ کو بہت محبوب ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهٗ إِلَّا الصِّيَامُ فَإِنَّهٗ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ۔

انسان کے تمام کام اس کے لئے ہیں سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔

پھر فرمایا۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ

کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک الہام ہے۔ "رمضان کا مہینہ نبیوں کا مہینہ ہے" یعنی جس طرح ایمان لانے والوں کے لئے انبیاء کے زمانہ میں ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں انسان اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کر لیتا ہے۔

غرض خدا تعالیٰ کی رحمتیں اس کی برکتیں اور افضال کسی زمانہ یا کسی خاص وقت سے مختص نہیں۔ انسان سال کے ہر حصہ میں ان سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ مگر رمضان میں اللہ تعالیٰ نے بعض ایسی باتیں رکھ دی ہیں جن کی وجہ سے اس میں کی ہوئی دعائیں سال کے دوسرے حصوں میں کی ہوئی دعاؤں سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں دعائیں سننے اور انہیں قبول کرنے پر زیادہ آمادہ نظر آتا ہے۔

اس ماہ سے انسان کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ احادیث میں آتا ہے۔

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَكَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ وَأَشْفَقَ مِنْهُ

جب رمضان آتا آپ کا رنگ تبدیل ہو جاتا۔ آپ نمازیں زیادہ ادا کرتے۔ دعائیں خشوع و خضوع سے کرتے۔ اور خدا تعالیٰ کا خوف آپ کے دل میں زیادہ ہوتا

ایک اور جگہ رمضان میں آپ کی حالت کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ أَيِ الْعَشْرَ الْآخِيْرَ مِنْ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَى لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ۔

رمضان کا آخری عشرہ آتے ہی آپ کمر ہمت کس لیتے۔ رات کو زندہ رکھتے۔ یعنی نوافل اور تہجد کی طرف خصوصی توجہ دیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے انصار اللہ اس ماہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تا ایسا نہ ہو کہ وہ قبولیتِ دعا کے اس موقعہ سے محروم رہ جائیں۔ رمضان کے دوران روزہ کی عبادت کو اس کی پوری شرائط کے ساتھ بجا لائیں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کریں۔ دن اور رات دونوں وقت زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے کا اہتمام کریں۔ رات کو بھی دعائیں کریں۔ صبح کو بھی دعائیں کریں۔ جنگلوں میں جا کر خلوت میں دعائیں کریں۔ جماعت کے ساتھ اور تنہائی میں دروازے بند کر کے دعائیں کریں اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کریں تا اس طرح اس کے زیادہ سے زیادہ انعامات، زیادہ سے زیادہ رحمتوں، افضال اور برکتوں کے وارث ہوں۔

انصار اللہ اس مبارک مہینہ میں جہاں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے لئے دعائیں کریں۔ وہاں خاص طور پر امام وقت کی صحت وسلامتی اور کام والی لمبی زندگی کے لئے دعا پر زور دیں کہ امام وقت کے لئے دعا کرنا خود اپنے لئے دعا کرنا ہے۔ پھر دعا کریں کہ امام وقت کی طرف سے غلبۂ اسلام کے لئے جو مہمات جاری کی گئی ہیں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ غلبۂ اسلام کے سلسلہ میں ہمیں مزید قربانیاں پیش کرنے اور ایثار دکھانے کی توفیق دے تاہم اس کام کو جو اللہ تعالیٰ ہم سے لینا چاہتا ہے کماحقہ پورا کریں اور اس میں کمزوری نہ دکھائیں مبلغین اسلام جو اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں وطن سے دور آپ کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ انہیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کا حافظ و ناصر ہو۔ وہ ان کی کوششوں میں برکت دے اور انہیں اپنی راہ میں زیادہ سے زیادہ قربانی پیش کرنے کی توفیق دے۔

پھر اس وقت ہمارے ملک کے حالات انتہائی تشویشناک ہیں وہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اس کے استحکام کے لئے دعائیں کریں۔ دشمن کی عیارانہ چالوں اور سازشوں سے اس کے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں کریں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں اس کے لئے خاص طور پر تحریک فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے ملک کے موجودہ حالات ہر صاحب فراست کے دل میں تشویش پیدا کر رہے ہیں ...... اندرونی دشمن بھی اس وقت اپنی شرارتوں میں تیز ہو رہے ہیں اور بیرونی دشمن تو بہر حال دشمن ہے اس واسطے قوم پر اس وقت ایک ابتلاء کا وقت ہے۔ دعاؤں اور صدقات سے ابتلاء دور ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے آپ دعا کریں اور استحکام پاکستان کیلئے آپ کے لئے جس حد تک ممکن ہو صدقات بھی دیں۔" (الفضل یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان میں قبولیت دعا کے موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے اور اپنی برکتوں رحمتوں اور افضال کے حصول اور اپنے نفوس کے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تم اسم احمدؐ کے مظہر ہو اس لئے وہ دما حالت اپنے اندر پیدا کرو جو مظہر ہونے کے لئے لازم ہے

عاشقانہ فروتنی اختیار کرو اور اخلاقی قوتوں کا حسن و جمال دکھلاؤ

"اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کیلئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ اپنے دلوں کو پاک کرو۔ اور اپنے مولٰے کو راضی کرو۔

دوستو! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک سال کوئی نہ کوئی دوست تم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی تم بھی کسی سال اپنے دوستوں کو داغ جدائی دے جاؤ گے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ اور اس پُرآشوب زمانہ کی زہر تم میں اثر نہ کرے۔ اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو۔ کینہ اور بغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔ تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم .... وذالک مثلهم فی التوراة (۲) دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے۔ جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمه احمد اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حق میں فرمایا یضع الحرب۔ یعنی لڑائی نہیں کرے گا اور یہ خدا تعالےٰ کا قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ اس حصے

کے پورا کرنے کے لئے مسیح موعود اور اس کی جماعت کو ظاہر کیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور آیت تضع الحرب اوزارھا بھی یہی اشارہ کر رہی ہے۔ سو ہوشیار رہو کر سنو کہ تیرہ سو برس کے بعد جمالی طور کی زندگی کا نمونہ دکھلانے کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا۔ یہ خدا کا امتحان ہے اور وہ آزماتا ہے کہ تم اس نمونہ کے دکھلانے میں کیسے ہو۔ تم سے پہلے جلالی زندگی کا نمونہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قابل تعریف دکھلایا اور وہ ایسا ہی وقت تھا کہ جلالی طرز کی زندگی کا نمونہ دکھلایا جاتا۔ کیونکہ ایماندار لوگ بتوں کی تعظیم کے لئے اور مخلوق پرستی کی حمایت میں بھیڑ بکری کی طرح ذبح کئے جاتے تھے اور پتھروں اور ستاروں اور عناصر اور دوسری مخلوق کو خدا کی جگہ دی گئی تھی۔ سو وہ زمانہ بے شک جہاد کا زمانہ تھا تا جو لوگ ظلم سے تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے تلوار اٹھانے والوں کو تلوار ہی سے خاموش کیا اور اسم محمدؐ جو مظہر جلال اور شان محبوبیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کی تجلی ظاہر کرنے کے لئے خوب جوہر دکھلائے اور دین کی حمایت میں اپنے خون بہا دیئے۔ پھر بعد اس کے نہ کذاب پیدا ہوئے جو اسم محمدؐ کا جلال ظاہر کرنے والے نہیں تھے بلکہ اکثر ان کے چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح تھے جو مجھ سے پہلے گذر گئے جو جھوٹے طور پر مہدی کہلاتے تھے اور لوگ ان کو خود غرض سمجھتے تھے .... مگر تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمدؐ کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات کے ایام ہیں اور اخلاقی کمالات کے ظاہر کرنے کا زمانہ ہے۔ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ بھی تھے اور مثیل عیسےٰ بھی۔ موسےٰ جلالی رنگ میں آیا تھا اور جلال اور الہٰی غضب کا رنگ اس پر غالب تھا۔ مگر عیسےٰ جمالی رنگ میں آیا تھا اور فروتنی اس پر غالب تھی۔ سو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے۔ اور پھر چاہا کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپ کے روحانی وارث ہیں انہی دونوں نمونوں کو ظاہر کرے۔ سو آپ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی مظلومیت کے لئے یہی علاج قرین مصلحت تھا۔ پھر جب وہ زمانہ جاتا رہا اور کوئی

شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ مذہب کے لئے اسلام پر جبر کرے۔ اسی لئے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا۔ سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسے کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے اور خدا نے تمہیں اس عیسیٰ احمد صفت کے لئے بطور اعضاء کے بنایا۔ سو اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حسن اور جمال دکھلاؤ۔ چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھوکا تمہاری طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسم احمد کے مظہر ہو سو چاہیئے کہ دن رات خدا کی حمد وثنا تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو۔ اور تم کامل طور پر خدا کی حمد کیونکر کر سکتے ہو جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کا پالنے والا نہ سمجھو اور تم کیونکر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو جب تک ایسا ہی اپنے تئیں بھی نہ بناؤ۔ کیونکہ اگر تو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خلق رکھتا ہے تو گویا تو اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے۔ اور جبکہ تمہارا رب جس نے اپنی کلام کو رب العالمین سے شروع کیا ہے۔ زمین کی تمام خوردنی و آشامیدنی اشیاء اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سورج اور چاند سے تمام نیک و بد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض ہونا چاہیئے کہ یہی خلق تم میں بھی ہو۔ ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو اور جو شخص کسی کی بہت تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ خلق اس میں ہوں۔ پس تم کیونکر سچے احمد یا حامد ٹھہر سکتے ہو .... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں شان محبیت بھی تھی جس کا اسم احمد مقتضی ہے۔ کیونکہ حامد کے لئے محب ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک شخص کسی کی سچی اور کامل تعریف تبھی کرتا ہے جبکہ اس کا محب بلکہ عاشق ہو اور عاشق اور محب ہونے کے لئے فروتنی لازم ہے .... سو تم شانِ احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو لہٰذا اپنے ہر ایک بے جا جوش پر موت وارد کرو اور عاشقانہ فروتنی دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۳ تا ۱۷)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

هَنِيئًا لَّكُمْ بَعْثِي فَبَشُّوا وَأَبْشِرُوا

(میری بعثت تمہارے لئے مبارک ہو۔پس تم خوش ہو جاؤ۔)

أَلَا إِنَّمَا الْأَيَّامُ رَجَعَتْ إِلَى الْهُدَى ۔۔۔ هَنِيئًا لَّكُمْ بَعْثِي فَبَشُّوا وَأَبْشِرُوا

سنو زمانہ ہدایت کی طرف لوٹا ہے میری بعثت تمہارے لئے مبارک ہو۔ پس تم خوش ہو جاؤ۔

وَقَدِ اصْطَفَانِي خَالِقِي وَأَعَزَّنِي ۔۔۔ وَأَيَّدَنِي وَاخْتَارَنِي فَتَدَبَّرُوا

میرے خالق نے مجھے برگزیدہ بنایا اور عزت دی ہے اور میری تائید کی ہے اور مجھے چن لیا ہے پس تم غور کرو۔

وَوَاللّٰهِ مَا أَمْرِي عَلَى بِغُمَّةٍ ۔۔۔ وَإِنِّي لَأَعْرِفُ نُوْرَهُ لَا أُنْكِرُ

اور اللہ کی قسم میرا معاملہ مجھ پر مشتبہ نہیں اور میں اس کے نور کو خوب جانتا ہوں اور اس سے انکار نہیں کرتا۔

إِذَا قَلَّ دِينُ الْمَرْءِ قَلَّ اتِّقَاءُهُ ۔۔۔ وَيَسْعَى إِلَى طُرُقِ الشَّقَا وَيُزَوِّرُ

جب انسان کا دین کم ہو تو اس کا تقویٰ بھی کم ہو جاتا ہے اور وہ بدبختی کے راستوں کی طرف دوڑتا ہے اور جھوٹ کو مزین کرتا ہے

وَمَنْ ظَنَّ ظَنَّ السَّوْءِ بُخْلًا فَقَدْ هَوَى ۔۔۔ وَكُلُّ حَسُوْدٍ عِنْدَ ظَنٍّ يُتَبَّرُ

اور جس نے بخل کی وجہ سے بدظنی کی وہ گر گیا۔ اور حاسد بدظنی کر کے ہلاک ہوتا ہے۔

وَلَا يَعْلَمُ أَنَّ الْمَنَايَا قَرِيبَةٌ ۔۔۔ إِذَا مَا تَجِيءُ الْوَقْتُ فَالْمَوْتُ يَحْضُرُ

اور وہ نہیں جانتا کہ موتیں قریب ہیں۔ جب وقت آتا ہے موتیں حاضر ہو جاتی ہیں۔

وَهَلْ نَافِعٌ وَرْدُ التَّنَدُّمِ بَعْدَمَا ۔۔۔ دَنَا وَقْتُ قَارِعَةٍ وَجَاءَ الْمُقَدَّرُ

اور کیا ندامت کی سرخی موت کا وقت قریب آنے اور مقدر پورا ہونے کے بعد نفع دے سکتی ہے

(حمامة البشریٰ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بر رضائے خویش کُن انجامِ ما

(اے خدا تو ہمارا خاتمہ اپنی رضا پر کر۔)

گر خدا از بندہ خوشنود نیست ۔ ہیچ حیوانے چو او مردود نیست

اگر خدا بندہ سے خوش نہیں ہے تو اس جیسا کوئی حیوان بھی مردود نہیں ہے

گر سگِ نفسِ دنی را پروریم ۔ از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتریم

اگر ہم اپنے ذلیل نفس کو پالنے میں لگے رہیں تو ہم گلیوں کے کتوں سے بھی بدتر ہیں۔

اے خدا اے طالباں را راہنما! ۔ ایکہ مہرِ تو حیاتِ روحِ ما!

اے خدا اے طالبوں کے راہنما! - اے وہ کہ تیری محبت ہماری روح کی زندگی ہے۔

بر رضائے خویش کُن انجامِ ما ۔ تا بر آید در دو عالم کامِ ما

تو ہمارا خاتمہ اپنی رضا پر کر تاکہ دونوں جہاں میں ہماری مراد پوری ہو۔

خلق و عالم جملہ در شور و شر اند ۔ طالبانت در مقامِ دیگر اند

دنیا اور اس کے لوگ سب شور و شر میں مصروف ہیں مگر تیرے طالب اَور ہی مقام پر ہیں۔

آں یکے را نور مے بخشی بہ دل ۔ واں دگر را مے گزاری پا بہ گِل

ان میں سے ایک کے دل کو تو نور بخشتا ہے اور دوسرے کو کیچڑ میں پھنسا ہُوا چھوڑ دیتا ہے۔

چشم و گوش و دل ز تو گیرد ضیا ۔ ذاتِ تو سر چشمۂ فیض و ہدیٰ

آنکھ کان اور دل تجھ سے ہی روشنی حاصل کرتے ہیں۔ تیری ذات ہدایت اور فیض کا سرچشمہ ہے۔

(آسمانی فیصلہ)

خدا تعالیٰ کا معاملہ ان قلبی کیفیات کے مطابق ہوتا ہے جنہیں انسان خود بھی نہیں جانتا

تم ہر کام میں خدا اور رسول کے منشا کو ملحوظ رکھو تا نصرت الٰہی حاصل ہو

از حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

انسان اپنے تمام کاموں میں اس بات کو ملحوظ رکھتا ہے کہ اسے کامیابی حاصل ہو۔ اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر جائز ذرائع سے انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو تو ناجائز ذرائع اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ کسی نہ کسی طرح ان کو اپنا مقصد حاصل ہو جائے۔ اسلام نے اس انسانی خواہش کو بھی باقی خواہشات کی طرح کنٹرول کیا ہے۔ یعنی حدبندی میں مقید کیا ہے۔ برخلاف دوسرے مذاہب کے جو کہتے ہیں کہ انسان کے لئے دنیوی ترقی اور دنیوی آرام و آسائش کی ضرورت نہیں بلکہ اسے دکھ اور تکلیف میں رہنا چاہیئے۔ اسلام نے اس کو رد کیا ہے اور یہ بات تسلیم کی ہے کہ دنیوی نعمتیں بھی خدا کا فضل ہیں اور ان کا حصول نیکی کے منافی نہیں ہے۔ لیکن دوسری طرف اسلام نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ کامیابی وہ نہیں جسے کوئی انسان اپنے محدود اور ناقص علم سے تجویز کرتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے بہت سی حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان انہیں کامیابی سمجھتا ہے۔ لیکن در اصل وہ کامیابی نہیں بلکہ ناکامی اور تنزل ہوتا ہے۔ اصل کامیابی اسی چیز میں ہوتی ہے جو انجام میں اچھی ہوتی ہے۔ درمیانی اور عاجل کامیابی نہیں ہوتی۔ اس حدبندی کے بعد اسلام کہتا ہے۔ اگر یہ بات تم اچھی طرح سمجھ لو اور اپنے اندر یہ اصلاح پیدا کر لو۔ تو پھر ہمارا ذمہ ہے کہ ہم سچے مومن کو اس کے مقصد میں کامیاب کریں۔ اگر کوئی کامیابی کے معنے درمیانی اور عارضی خوشیاں سمجھتا ہے۔ تو یہ چونکہ کامیابی نہیں۔ اس لئے اس میں ہم اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ جس طرح ایک ہوشیار اور عقلمند دوست نقصان رساں طریق عمل سے اپنے دوست کو روکتا ہے اور اگر وہ نہ رکے تو خود اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کہتا ہے۔ ایسی خواہشات جن کے پورا ہونے میں وقتی طور پر لذت پائی جاتی لیکن ان کا انجام نہ اچھا ہو ان میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ دائمی خوشی پانے کی خواہش رکھتے ہو اور درمیانی حالتوں کو مقصد قرار نہیں دیتے تو اس کی نہ صرف ہم اجازت دیتے ہیں بلکہ ذمہ لیتے ہیں کہ ضرور کامیاب کر دیں گے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے کہ ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ فوز کہتے ہیں اپنے مقصد

ہیں کامیاب ہونے کو۔ اس آیت میں دونوں باتیں بتائی گئی ہیں جو کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ من یطع اللہ ورسولہ میں فرمایا تمہارے مقاصد ایسے نہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے مقاصد کے خلاف ہوں۔ اگر ان کے مطابق ہوں تو پھر ہم تمہیں اس بات سے روکتے نہیں کہ دنیا کی خوشیاں حاصل کرو بلکہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ ہم ذمہ داری لیتے ہیں کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے اور کامیابی بھی معمولی نہیں بلکہ عظیم الشان کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ اسلام کا دیگر مذاہب سے فرق ہے۔

بعض مذاہب نے تو یہ کہا ہے کہ انسانی خواہشات بغیر حد بندی کے انسان کا مقصود ہیں۔ مگر اسلام نے کہا یہ نہیں انسانی خواہشات حد بندی کے اندر اندر ہی اچھی ہیں اور ان کے لئے حد بندی یہ ہے کہ من یطع اللہ ورسولہ۔ وہ خواہشات جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے منشاء کے ماتحت ہوں وہ اچھی ہیں پھر بعض مذاہب نے کہا ہے انسانی خواہشات کو مارنا دکھ اور تکالیف اٹھانا بُرا اور خراب کھانا کھانا انسانی کمال ہے۔ اسلام کہتا ہے یہ بھی نہیں جو حد بندی ہم نے کی ہے اس کے اندر رہ کر انسانی خواہشات کو پورا کرنا اور ان کو نہ دبانا ہی کمال ہے۔ ایسا کرنے سے ملامت حاصل ہوگی اور اس میں ہماری مدد شامل ہوگی۔ اسلام نے یہ بات کس شان اور کتنی وضاحت کے ساتھ پایۂ ثبوت تک پہنچائی۔ اس کے متعلق دیکھو جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے آنے سے مسلمانوں کی ہمتیں کس قدر بڑھ گئیں اور ان کے ارادے کس قدر بلند ہوگئے۔ ابتدائی حالات میں مسلمان کیا سمجھتے ہوں گے کہ انہیں دنیا میں کیا تغیر پیدا کرنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اپنے ملک میں ایسا انتظام کرنا ہے جو امن قائم کرنے والا ہو۔ یہ بھی بڑے بڑے لوگوں کے خیالات ہوں گے۔ عام لوگوں کو یہ بھی خیال نہ آتا ہوگا۔ پھر جب خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو اس وجہ سے وسعت دی کہ وہ اس کی منشاء کے مطابق کام کرنے والے تھے۔ اس وقت ان کی نظر شام اور مصر تک پہنچی۔ اس وقت وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں گے کہ سپین اور چین کیا چیز ہیں اور کہاں واقعہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں میں کسی کے دل میں تجارت کی خواہش پیدا کی۔ کوئی سفر کرتا ہوا دوسرے ممالک میں پہنچ گیا اور پھر ایسے مسلمان وہاں آباد ہو گئے اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی حتّٰی کہ دنیا کا کوئی براعظم ایسا نہیں جہاں مسلمان نہ پہنچے ہوں۔

تازہ تحقیق سے تو یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ امریکہ میں مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پہنچے اور پھر بحری آمد و رفت کے ذرائع میں نقص کی وجہ سے وہ دوسرے مسلمانوں سے تعلقات نہ رکھ سکے اور منقطع ہو گئے۔ بہرحال وہاں پرانی مساجد کے جو انگریزوں کے وہاں جانے سے پہلے کی ہیں، نشانات ملے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ مسلمان امریکہ میں بھی گئے۔ غرض اللہ تعالےٰ کی طرف سے مومن کے لئے اس قدر ترقیات

ہوتی ہیں کہ وہ ان کو اپنے خیال میں بھی نہیں لا سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے دنیوی نعمتوں کو بھی جنّت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ومن دونهما جنتٰن۔ مومنوں کے لئے دو جنت ہیں۔ ایک اس زندگی میں اور ایک دوسری زندگی میں۔ اور جنت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر کہ ان کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا" اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا نقشہ آیا۔ اس لئے وہ جنت جو دنیا میں ہے۔ اس میں بھی اس مشابہت کا پایا جانا ضروری ہے یعنی مومن کا جو ارادہ اور خواہش ہو۔ اس سے بہت بڑھ کر اسے حاصل ہو۔ اور وہ اس قدر ہو جسے نہ پہلے اس کی آنکھ نے دیکھا نہ اس کے کانوں نے سنا اور نہ اس کے دل میں اس کا خیال آیا۔ اسی صورت میں وہ جنت کے مشابہ ہو سکتی ہے ایسی ترقیات کا ملنا حقیقی ایمان کے نتیجہ میں ضروری ہے۔

یہ ترقیات کس طرح ملیں۔ یہ اللہ تعالےٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہیں۔ اور اس قسم کے قومی وعدے جو مومنوں کے متعلق پورے کئے جاتے ہیں۔ ان کی بنیاد دل کی ان کیفیتوں پر ہوتی ہے جن سے انسان خود بھی آگاہ نہیں ہوتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ ان کا درجہ نماز روزں کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے دل میں ہے تو خدا تعالےٰ کا معاملہ دل کی کیفیت سے ہوتا ہے مومن کو چاہیئے کہ ہر کام میں وہ خدا اور اس کے رسول کے منشاء کو ملحوظ رکھے تاکہ خدا تعالےٰ کی نصرت اسے حاصل ہو۔ (الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۳۳ء)

ایمان اور اس کے نتائج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک ایمان قوی نہ ہو کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر ایمان قوی ہوتا ہے اسی قدر اعمال میں بھی قوت آتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ قوت ایمانی پورے طور پر نشوونما پا جاوے تو پھر ایسا مومن شہید کے مقام پر ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی امر اس کے سدِ راہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی عزیز جان تک دینے میں تامّل اور دریغ نہ کریگا۔"

(ملفوظات حصہ اول ۳۲۹)

جلوۂ فاراں

بشارتِ تورات پر تحقیقی نظر

مکرم شیخ عبد القادر صاحب ۲۱۵ رستم پارک نوال کوٹ لاہور

قرآن حکیم میں وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ میں ایک حکیمانہ اور خوبصورت لف ونشر ہے۔ انجیر بنی اسرائیل کی علامت ہے (یسعیاہ ۹/۱، ۲۸/۴ متی ۲۱/۱۸-۳۲) اور زیتون نور محمدی کی مثال (سورۂ نور)

یہ دونوں سلسلے انسان کی عظمت کے قیام کے لئے معرضِ وجود میں آئے یہ بتانے کے لئے کہ انسان احسن تقویم میں پیدا کیا گیا اس میں لامتناہی ترقیات کے جوہر موجود ہیں۔ اس آیۂ مبارکہ کی ایک نئی تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پیش کی ہے۔

- تین :۔ علامتِ آدمؑ ہے۔
- زیتون سے مراد۔ حضرت نوحؑ کی بعثت ہے۔
- طورِ سینا پر کلیم اللہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ اور
- بلدہ امین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ اور بعثتِ مقدسہ کا مقام ہے۔

بطونِ قرآن کی رُو سے پرانی اور نئی تفسیر ایک خوبصورت موتی کی دو گوشہ یا چہار گوشہ تصویر ہے۔

(۲)

اسی حقیقت کبریٰ کا اظہار توریت میں بھی موجود ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنے آخری درس میں بنی اسرائیل کو ایک مرصّع نظم حفظ کرائی۔ مرورِ زمانہ کے باعث اس کے الفاظ میں تغیر و تبدل ہوگیا۔ توریت کے متن اور اس کے تراجم میں اس نظم کے آغاز کے اشعار مختلف فیہ ہیں۔

لاطینی نسخہ ولگیٹ سے اس نظم کا ترجمہ کیتھولک علماء نے بایں الفاظ کیا ہے۔

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا۔
وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت
ان کے لئے تھی۔" (استثناء ۳۳/۲)

یہ اردو ترجمہ کیتھولک ٹرتھ سوسائٹی لاہور نے ۱۹۲۵ء میں شائع کیا۔ یہ اس لاطینی بائبل کا ترجمہ ہے جو کہ اُسقفِ اعظم کی تحویل میں صدیوں سے چلا آتا ہے۔

یونانی نسخوں میں چونکہ الفاظ مختلف فیہ ہیں اس لئے کیتھولک نے دوسرے نسخوں کی مدد سے پاپائے اعظم کی اجازت سے ایک نیا ترجمہ شائع کیا۔ یہ اردو ترجمہ سوسائٹی آف سینٹ پال روما نے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے اپنی قوم پر طلوع ہوا وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا
اور مریبہ قادسیس میں آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی۔"

اس تغیر و تبدّل کے باعث نیچے حاشیہ بھی دیا گیا۔

"اس آیت کے عبرانی حروف کا وہ ترجمہ دیا گیا ہے۔ جو آج کل کے مفسرین کی عام رائے کے مطابق زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ اسرائیل کے کوچ کی وہ چار منازل (۱۔ سینا ۲۔ شعیر ۳۔ فاران ۴۔ مریبہ قادسیس) دی گئی ہیں جہاں خدائے قادر نے خاص طور پر موسیٰ کے ذریعہ اپنی قدرت ظاہر کی۔"

گویا یہ ترجمہ اُسقفِ اعظم کے لاطینی نسخہ ولگیٹ کے مطابق نہیں بلکہ تفسیر بالرائے کے طور پر ہے۔ میرے اس مضمون کا مقصد نئے ترجمہ کی غلطیوں کو واضح کرنا ہے۔

(۳)

بنی اسرائیل میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کا آخری درس زبان زد خلائق تھا۔ انبیاء بنی اسرائیل نے اس نظم کے الفاظ کو دہرایا لہٰذا متن کی تعیین کوئی مشکل بات نہیں۔ کیتھولک علماء مفسرین کی رائے اختیار کرنے کی بجائے انبیاء بنی اسرائیل کی طرف رجوع کرتے تو بہتر تھا۔ وہ پیغمبر جو کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے نشانِ قدم پر آئے بکثرت اس نظم کی تلاوت کرتے تھے۔ کیوں نہ انہی سے پوچھ لیا جائے کہ درست بات کیا ہے؟

کیتھولک علماء کے نزدیک اس نظم میں کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے چار منازلِ سفر کا ذکر ہے۔ ان منازل کی تعیین کے لئے ان علماء کو بہت بڑی قربانی دینا پڑی کیتھولک کے نزدیک مستند ترجمہ لاطینی

ڈائجسٹ ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔

"وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا"

اس ترجمہ کو نظر انداز کرکے محض ایک منزلِ سفر کو بحال کرنے کے لئے" اور مریبہ قادیش میں آیا" ترجمہ کر دیا گیا۔ تاکہ چار منازلِ سفر کا استدلال ممکن ہو سکے اور یہ ثابت ہو جائے کہ یہاں کوئی پیشگوئی نہیں ہے بلکہ قصۂ پارینہ کو دہرایا گیا ہے۔ اگر دس ہزار قدوسیوں کی جگہ "مریبہ قادیش میں آیا" ترجمہ درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ لاطینی بائبل کا ترجمہ صحیح نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے مفسرین کی رائے قابلِ وثوق اور لائقِ اقتنا ہے۔

(۴)

بائبل میں لکھا ہے کہ عہد قدیم میں ہیکل سے تورات کا نسخہ گم ہو گیا تھا۔ ایک مدت مدید کے بعد ساتویں صدی قبل مسیح میں برآمد ہوا (سلاطین ۲ باب ۲۲) چھٹی صدی قبل مسیح میں حضرت حبقوق پیغمبر ہوئے وہ لاوی فرقہ کے کاہن تھے اور ہمہ تن ہیکل کی خدمت میں مشغول اور اس کام کے لئے وقف تھے۔ حبقوق سے ایک صدی پہلے تورات بازیاب ہوئی۔ تورات کا اصل نسخہ گویا ان کے سامنے تھا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری درس سے متاثر ہو کر اپنی تازہ وحی کی روشنی میں خدائی انکشافات کو ایک خوبصورت عبرانی نظم میں ڈھال دیا۔ یہ نظم صحیفہ حبقوق کے تیسرے باب میں ہے۔ یہ صحیفہ عہدِ عتیق کے انبیاء کے صحائف میں شامل ہے۔ اس نظم کا پس منظر یہ ہے۔

حضرت حبقوق کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی کا عرفان بخشا ہے۔ یہ بشارت اپنے وقت پر پوری ہوگی۔ بشارتِ حبقوق تیسرے باب سے شروع ہوتی ہے۔ دوسرے باب میں اس کا تعارف ہے۔ حبقوق نبی کہتے ہیں۔

"میں اپنی دیدگاہ پر کھڑا رہوں گا اور برج پر چڑھ کر انتظار کروں گا۔ میں یہ دیکھوں گا کہ خدا مجھ سے کیا کہتا ہے ..... تب خداوند نے مجھے جواب دیا اور فرمایا کہ رؤیا کو ضبطِ تحریر میں لا اور تختیوں پر لکھ لے تاکہ تیار رہے اور ایک منادی کرنے والا اسے تیزی سے حاصل کر کے دوڑنے لگے۔ کیونکہ یہ رؤیا ایک مقرر وقت کے لئے ہے۔ ایک ایسی ساعت مقدر ہے۔ جب یہ تیزی سے وقوع پذیر ہو جائے گی اور خطا نہ کرے گی۔ اگرچہ اس میں دیر ہو تو بھی اس کا منتظر رہ کیونکہ یہ یقیناً وقوع میں آئے گی۔ جب یہ پوری ہونے کو آئے گی تو پھر تاخیر کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔"

(حبقوق ۲/۱تا۳ ترجمہ نیو انگلش بائبل)

علماء کے نزدیک صحیفہ حبقوق کی ترتیب میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ مذکورہ عبارت کے بعد کوئی اور ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد تیسرے باب سے وہ عظیم الشان عبارت شروع ہوتی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

لاطینی نسخہ ولگیٹ کے مطابق بشارتِ حبقوق کے الفاظ یہ ہیں:

"اے خداوند میں نے تیرا الہام سنا تو میں ڈر گیا۔ اے خداوند برسوں کے درمیان اپنے کام کو زندہ کر اور برسوں کے درمیان اسے مشہور کر اور غضب میں رحمت کو یاد کر۔
خداوند جنوب سے اور قدوس کوہ فاران سے آئے گا .... اس کے جلال نے آسمانوں کو چھپایا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی چمکاہٹ نور کی مانند ہوگی"
(حبقوق ۳/۲–۴ کیتھولک بائیبل ۱۹۲۵ء)

یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے اس کی پوری وضاحت مقصود نہیں۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ارض جنوب (الحجاز) اور بالخصوص فاران سے جلوۂ خداوندی کو انبیاء بنی اسرائیل نے ایک عظیم الشان پیشگوئی قرار دیا ہے اسے قصۂ ماضی بتانا غلطی ہے۔

پھر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب استثناء کے مروجہ متن میں صیغے کی غلطی ہے۔ "وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا" کی بجائے "وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوگا" ہونا چاہیئے کیونکہ صحیفہ حبقوق کے لاطینی ترجمہ میں ہے۔ "قدوس کوہِ فاران سے آئے گا۔"

(۵)

اسی طرح "دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" بھی ترجمہ درست نہیں۔ تورات کے بعض مستند نسخوں میں "آیا" کی جگہ "آتا ہے" کے الفاظ ہیں۔ عیسائی عالم آر۔ ایچ چارلس کہتے ہیں کہ یہ اصالتاً صحیح متن ہے اور یہی متن دوسری صدی قبل مسیح کے صحیفۂ حنوک میں ہے۔

"خداوند دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے۔"
(دی اپاکرفل اولڈ ٹسٹامنٹ از آر۔ ایچ۔ چارلس حصہ دوم صحیفہ حنوک ص ۱۸۲)

نئے عہدنامہ کے خط یہودا میں صحیفۂ حنوک کی اس بشارت کا ذکر موجود ہے (یہودا ۱/۱۴) اس کا ترجمہ نیو انگلش بائیبل نے صیغۂ حال میں کیا ہے۔

(۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی دس ہزار قدوسیوں کی بشارت کو اپنی ایک غزل میں دہرایا ہے۔

اپنے محبوب محمدیم کے متعلق فرماتے ہیں:

"وہ دس ہزار میں جھنڈے کی طرح ایستادہ ہے" (غزل الغزلات ۵:۱۰)

الغرض جتنے بھی حوالے ہیں سب یہی بتاتے ہیں کہ یہ ایک پیشگوئی ہے

(۷)

فاران فلسطین میں نہیں بلکہ اس کے جنوب کے ملک الحجاز میں ہے۔ حبقوق نبی فرماتے ہیں:

"خداوند جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے فاران سے آئے گا۔"

بشارت تورات میں بھی جنوب کا لفظ موجود ہے۔ عبرانی میں یمین کے معنے "داہنے ہاتھ" یا جنوب کے ہیں مفاٹ نے "داہنے ہاتھ" کی بجائے "جانب جنوب" ترجمہ کیا ہے۔

اسی طرح "اشدوة" کا ترجمہ "آتشی شریعت" بھی درست ہے اس سے مراد "مردان غازی" بھی لئے گئے ہیں۔ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن میں اشدوة ("اَشِدَّآء") کا ترجمہ لڑنے والے کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں تورات کی بتائی ہوئی نشانی یہی بتائی گئی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

.... ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرَاةِ (الفتح)

ان ترمیمات کے پیش نظر بشارت تورات کا ترجمہ بایں الفاظ ہونا چاہیئے۔

خداوند سینا سے آیا۔ اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوگا
وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آتا ہے۔ جانب جنوب میں ان (کی امت) کے مردان غازی موجود ہیں۔ یا اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے ہے۔

بہرحال یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ بیہقی کی روایت ہے کہ سب سے پہلے عالم اہل کتاب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس بشارت کی طرف توجہ دلائی۔ سب سے آخر میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے دیباچہ قرآن کریم میں اس بشارت کو سیدالانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر منطبق کیا۔

(۸)

اب آیئے اس اعتراض کی طرف کہ یہ پیشگوئی نہیں بلکہ یہاں بنی اسرائیل کی چار منازل سفر کا ذکر ہے علماء اہل کتاب کہتے ہیں، سینا، شعیر، فاران، مریبہ قادیش دراصل وہ مقامات ہیں جہاں بنی اسرائیل گھومتے رہے۔ اس نظریہ کے حامی علماء یہ امر بھول جاتے ہیں کہ بشارت تورات میں برکت اور جلوۂ خداوندی

کا ذکر ہے۔ اس کے برعکس تورات میں لکھا ہے کہ بیابانِ فاران اور مریبہ قادیش میں اللہ تعالے کے غضب اور ناراضگی کا اظہار ہوا۔ غضبِ الٰہی کے مقامات برکت و تجلی رحمت کے باب میں کس طرح بیان ہو سکتے ہیں؟

بشارتِ تورات سے ایک سطر پہلے مریبہ قادیش کا ان الفاظ ذکر ہے۔ اللہ تعالے نے موسے اور ہارون کے متعلق کہا۔

"تم دونوں نے بنی اسرائیل کے درمیان مریبہ قادیش کے پانی پر میرے خلاف قصور کیا اور بنی اسرائیل کے درمیان میری تقدیس نہ کی۔ پس اس ملک میں جو تیرے سامنے ہے... تو نظر کرے گا مگر اس میں داخل نہ ہوگا" (استثناء ۳۲/۵۱-۵۲)

اس کے معاً بعد لکھا ہے۔

"یہ وہ برکت ہے جس سے مردِ خدا موسےٰ نے اپنی وفات سے پیشتر بنی اسرائیل کو دعا دی۔ اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اپنی قوم پر طلوع ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور مریبہ قادیش میں آیا" (استثناء ۳۳/۲)

یہ اچھی برکت ہے کہ مریبہ قادیش میں بروئے تورات اللہ کی ناراضگی سے نہ موسے نہ ہارون ارضِ مقدس کی جھلک دکھا کر داخلہ ممنوع کر دیا گیا۔ اگلی آیت میں اسی مقام کو برکت و تجلی خداوندی کے سلک میں پرو دیا گیا۔ ظاہر ہے۔ "دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔" کی بجائے "مریبہ قادیش میں آیا" ترجمہ درست نہیں۔

اسی طرح بیابانِ فاران کے متعلق لکھا ہے کہ وہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو کہا:۔

"یہ لوگ کب تک میری توہین کرتے رہیں گے؟ ..... میں ان کو وبا سے ماروں گا اور میراث سے خارج کروں گا۔" (گنتی ۱۳/۱، ۱۴/۱۱)

"خداوند تمہاری باتیں سنکر غضبناک ہوا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس بُری پشت کے لوگوں میں سے ایک بھی اس اچھے ملک کو دیکھنے نہیں پائے گا جسے ان کے باپ دادا کو دینے کی میں نے قسم کھائی ہے۔" (استثناء ۱/۳۴،۳۵)

فرمائیے کیا یہ مقام "وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا۔" کا مصداق ہو سکتا ہے؟

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ بشارتِ تورات میں کوہِ فاران کا ذکر ہے نہ کہ بیابانِ فاران کا۔ ساری تورات پڑھ جائیے۔ کوہ فاران پر بنی اسرائیل کے پہنچنے کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ منزلِ سفر کیسے ہوگئی؟ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ صحرائے سینا میں ایک بیابان ہے جسے آج بھی عرب وادی فئران (سائیکلو پیڈیا ببلیکا زیر لفظ

(PARAN) کہتے ہیں۔ اسے تورات میں فاران بنا دیا گیا اس کا جبلِ فاران سے کوئی تعلق نہیں۔ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ تورات میں منازلِ سفر کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کہیں فاران کا ذکر ہے کہیں اس کی بجائے کسی اور مقام کا (پیکس بائیبل کومنٹری ۱۲۳) بعض نسخوں میں اختلاف ہے۔ ایک جگہ فاران کی جگہ ماحوان ہے (پیکس ۲۸۷) صین اور فاران کا ابدال بھی ہوا (پیکس ۲۱۹)

ان حالات میں جبلِ فاران کی تجلّی کا بنی اسرائیل کے ساتھ کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ درست ہے کہ سینا اور شعیر، بنی اسرائیل کی منازلِ سفر میں شامل ہیں۔ یہاں کی تجلیات کا ذکر توریت میں بالتفصیل موجود ہے۔ دبورہ کے گیت میں شعیر اور سینا میں تجلّیٔ خدا کا ذکر ہے۔

(قاضیوں ۵ نیوز انگلش بائیبل)

جبلِ فاران کے متعلق تورات میں کہیں ذکر نہیں کہ وہاں سے بنی اسرائیل پر تجلّی ہوئی۔ یہ آئندہ کی پیشگوئی ہے جسے قصۂ پارینہ بنانے کی سعی کی گئی۔

ایک اعلیٰ پایہ کے عالم جیمس مونٹ گمری نے اپنی مشہور کتاب "عربیا اینڈ بائیبل" میں ثابت کیا ہے کہ جبلِ فاران جسے توریت میں ہَرْ فاران کہا گیا ہے حجاز کے بعض حرّات یا جبال کا نام ہے فلسطین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ص ۸۹)

بشارتِ تورات کا ایک نیا پہلو

- فاران کی وجہ تسمیہ -

آج سے چار ہزار سال قبل مکہ معظمہ کی وادی غیر ذی زرع میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ماّمتا کی ماری ماں اور پیاس سے تڑپتے ہوئے بچہ کے لئے غیب سے ایک چشمہ نمودار ہوا جس سے نہ صرف ان کی جان بچ گئی بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو وہ سیراب کر چکا ہے اس جگہ کا نام بعد میں فاران پڑ گیا۔ اس کا مادہ ف ا ر، فَوْرٌ، فَوَرَانٌ ہے جس کے معنی جوش مارنا، پھوٹ کر نکل پڑنا کے ہیں۔

—(۲)—

بنو اسماعیل سے، بنی اسرائیل کا بغض انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ وہ یہ برداشت نہ کر سکے کہ مکہ معظمہ کی وادی غیر ذی زرع میں امرِ خارق عادت کا ظہور ہو۔ واقعہ کا انکار تو وہ نہ کر سکے۔ ہاں فاران نام اٹھا کر فلسطین کے جنوب میں لے آئے۔ تورات میں لکھا ہے کہ ہاجرہ

"بیر سبع کے بیابان (واقع جنوب فلسطین) میں آوارہ پھرنے لگی اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپّے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلّا چلّا کر رونے لگی اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ — فاران کے بیابان — میں رہتا تھا" (پیدائش ۲۱: ۱۴-۲۱)

اس حیرت انگیز واقعہ سے ظاہر ہے کہ غیر معمولی حالات میں چشمہ نمودار ہونے کے باعث ایک وادیٔ غیر ذی زرع کا نام فاران پڑ گیا۔ فاران کے معنی اس مقام کے ہیں جہاں سے پانی پھوٹ کر بہ پڑے۔ اسی نسبت سے مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا نام جبال فاران تھا۔ اسی طرح حجاز کے بیابان کو بسویہ فاران کہنے لگے مرور زمانہ کے ساتھ فاران کا نام بعض دوسرے مقامات کو بھی دے دیا گیا۔ تورات میں فاران نام کے ایک سے زائد مقام ہیں۔ بنی اسرائیل نے مکہ معظمہ والے فاران کو یکسر بھلا دیا۔

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں فاران کے متعلق لکھا ہے:-

It is not easy to understand all the OT passages relative to Paran.

کہ فاران کے بارے میں تورات کے سارے حوالوں کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں۔

عالِم اہلِ کتاب کی رائے

اب مجھے یہ بتانا ہے کہ صدرِ اولیٰ میں سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے جو کہ اہلِ کتاب میں سے مسلمان ہوئے فاران والی بشارت کو جبالِ مکہ اور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی پر چسپاں کیا۔ بیہقی کی روایت کتاب نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار میں یہ الفاظ تھی ہے۔

للبیہقی فی دلائل النبوۃ وعن عبد اللہ بن سلام قال ان فی الجزء الآخر الذی

تسم به التوراة آية من جملتها بالعبرانية هكذا

جاء الله وفي المواهب تجلى الله من طور سيناء وأشرق من ساعير

واستعلن من جبال فاران

وهو اسم عبراني وليست الفه الاولى همزة وهي جبال بني هاشم التي كان رسول الله

صلى الله عليه وسلم يتحنث في احدها وفيه ابتدأه الوحي وهي ثلاثة اجبل احدها

ابوقبيس الثاني قعيقعان والثالث حراء وهو شرقي فاران ومنفتحه الذي

يلي قعيقعان الى بطن الوادي هو شعب بني هاشم وفيه مولده

وصلى الله عليه وسلم ۔ (نور الابصار في مناقب ال بيت النبي المختار

تصنيف الشيخ سيد مومن الشبلنجي ص۲۳)

حضرت عبد اللہ بن سلام سے بیہقی میں روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ تورات کے آخری حصّہ

کے ایک جملہ کا عربی ترجمہ یوں ہے ۔

اللہ تعالےٰ آیا یا جلوہ گر ہوا طور سینا سے اور نمودار ہوا ساعیر سے اور خود کو ظاہر کیا جبالِ

فاران سے اور فاران ایک عبرانی نام ہے اس کا پہلا الف ہمزہ نہیں ہے ۔ اس سے مراد جبال بنی ھاشم

ہیں جن میں سے ایک پہاڑ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عبادت و ریاضت کے لئے جایا کرتے تھے اور وہیں

وحی کی ابتدا ہوئی اور فاران سے مراد مکہ کے تین پہاڑ ہیں ۔ ایک کا نام ابوقبیس دوسرا قعیقعان اور تیسرا حراء

حراء گویا مشرقی فاران ہے اور قعیقعان سے بطن وادی کی طرف ملا ہوا ہے اور اسی کو شعب بنی ھاشم

کہتے ہیں اور اسی جگہ آپ کی ولادت ہوئی ۔

بہرحال یہ ظاہر ہے کہ ۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مولد جبال فاران میں ہے

۲ ۔ غارِ حراء شرقی فاران میں ہے جہاں وحی کی ابتداء ہوئی

اس بشارت کو سب سے اوّل حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما نے سید الانبیاء صلے اللہ

علیہ وسلم پر چسپاں کیا ۔ اس کے بعد جلوۂ فاران سے ایک عالم منور ہوا ، ہر دور میں اس بشارت کی طرف علماء

نے توجہ دلائی ۔ قرآن حکیم میں وطور سینین وھذا البلد الامین پڑھ کر حقیقت عظمیٰ کی طرف اشارہ ہے

جس کا بشارت تورات میں ذکر ہے ۔

اس بشارت کے ہر ہر فقرہ کو علماء اہل کتاب نے تغیر و تبدل کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی فاران

کا لفظ حجاز سے اڑا کر کنعان میں لے گئے اور گئے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لیکن وہ ناکام و نامراد رہے۔ جہاں چشمہ پھوٹا وہی فاران ہے۔ فاران کے معنول پہ غور کریں (قرآن حکیم میں غار التشکر ہے) چاہ زمزم وادی غیر ذی زرع میں ہے۔ فاران کنعان میں کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں اصل فاران کے نام پر بیسیوں فاران ہوسکتے ہیں۔ اس سے ہمیں انکار نہیں لیکن دورِ ابراہیم میں ایک ہی جگہ کو فاران ہونے کا شرف حاصل ہوا اور وہ ہے وادی غیر ذی زرع۔

عرب کے بہت بڑے جغرافیہ نویس امام شہاب الدین یاقوت الحموی (المتوفی ۶۲۶ ہجری) اپنی معرکۃ الآرا کتاب "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں:-

"فاران ایک عبرانی لفظ ہے جو معرب ہے اور یہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ابن ماکولا کا قول ہے کہ ابوبکر نصر بن القاسم ابن قضاعۃ القضاعی کو الفارانی "جبال فاران کی نسبت سے کہا گیا ہے۔ اور یہ حجاز کے پہاڑوں کا نام ہے۔" (زیر لفظ فاران)

۲۔ لسان العرب میں زیر لفظ فاران لکھا ہے۔

فاران مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا عبرانی نام ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ نے نبیوں کی پیشگوئیوں میں ذکر فرما کر شرف بخشا ہے اور حدیث رسول میں اس کا ذکر موجود ہے۔ (اشارہ بیہقی کی روایت کی طرف ہے)

۳۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پڑاؤ ہے جس کا نام وادیٔ فاطمہ ہے جب قافلے وہاں سے گذرتے ہیں تو وہاں کے بچے قافلہ والوں کے پاس پھول بیچتے ہیں۔ اور جب ان سے قافلہ والے پوچھیں کہ یہ پھول تم کہاں سے لاتے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں "من بریۃ فاران" یعنی دشتِ فاران سے۔ (فصل الخطاب)

ظاہر ہے کہ فاران کا نام دوسرے مقامات کو بھی دیا گیا۔ بعض قبائل نبی اسمٰعیل حجاز کے شمال میں یا کنعان کے جنوب میں جابسے۔ وہاں کے بعض مقامات کو انہوں نے برمیۃ فاران یا فران کہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصل فاران کو طاق نسیان پر رکھ دیا جائے۔ علماء اہل کتاب دوسرے فاران نامی مقامات کے حوالے پیش کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ

۱۔ ہاجرہ والا فاران کونسا ہے۔
۲۔ کونسی وادی غیر ذی زرع کو لفظاً ومعناً فاران بننے کا شرف حاصل ہوا؟

عربی میں فار، فَوَرَانًا کے معنی چشمہ پھوٹ پڑنے کے ہیں۔ عبرانی میں فور کے معنی اُبلنے کے ہیں فی الجملہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کے لئے جہاں چشمہ ابل پڑا وہی علاقہ فاران ہے۔

۳۔ بنی اسمٰعیل کا مرکز مکہ معظمہ تھا۔ تورات میں لکھا ہے کہ فاران کا بنی اسمٰعیل سے گہرا تعلق ہے۔ یہ فاران کنعان میں کیسے ہو سکتا ہے؟

۴۔ بنی اسرائیل فاران نامی کسی بیابان میں گھومتے رہے۔ تورات میں ہے کہ وہاں وہ اللہ تعالےٰ کے عتاب کے نیچے اور اس کے غضب کے مورد تھے۔ اس کے برعکس بشارتِ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام برکاتِ فاران کا ذکر کر رہے ہیں حضرت حبقوق نے جلوۂ فاران کا ذکر نہایت پرشکوہ اور شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ بنی اسرائیل والے بیابان فاران کا کوئی تعلق جبالِ فاران سے نہیں۔ یہ اَور مقام ہے وہ اَور جگہ ہے۔

۵۔ فاران دراصل ایک صفاتی نام ہے۔ کتباتِ عرب میں اس وزن پر سینکڑوں اسماء ملتے ہیں۔ عدنان قحطان۔ ہمدان۔ شعبان۔ سلامان۔ غطفان۔ عرب قبائل تھے۔ خود قیقعان اسی وزن پر ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان آرامی عربی تھی اس کی رو سے اس کے معنی اس مقام کے ہیں جہاں سے معجزنما طریق پر چشمہ پھوٹ پڑا۔ غرض فاران کی وجہ تسمیہ بتا رہی ہے کہ یہ نام مکہ معظمہ کی وادی غیر ذی زرع کا ہے۔

۶۔ فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پورے دس ہزار قدوسی تھے۔ یہ علامت بھی بتا رہی ہے کہ فاران سے مراد مکہ معظمہ کے پہاڑ ہیں۔ بخاری میں ہے۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں دس ہزار صحابیوں کے ساتھ (مکہ کی طرف) روانہ ہوئے۔"

۷۔ فتح مکہ کے روز رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ کُدا کی بلندی کی طرف سے مکہ میں جانا اور خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کَدا سے گئے اور کَدا مکہ کے جبالِ فاران کا بلند مقام ہے۔

کلام الامام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تورات میں یہ بات لکھی کہ خدا سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران پہاڑ سے ان پر چمکا۔ صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر

اپنے کمال کو پہنچ گئی اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں اور توراۃ ہم کو یہ بتلاتی ہے کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے جس میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جد امجد آنحضرت سکونت پذیر ہوئے اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے۔" (سرمہ چشم آریہ ص۲۲۳ حاشیہ)

فاران سے متعلق بنو اسمٰعیل کی شہادت

حضرت المصلح الموعودؓ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بائیبل فاران کے مقام کو عربوں کے بیان کی نسبت کسی قدر مختلف جگہ قرار دیتی ہے اور کنعان کے کناروں پر ہی بتاتی ہے۔ لیکن جنگل اور پہاڑ شہروں کی طرح کسی چھوٹے سے علاقہ میں محدود نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ سینکڑوں اور ہزاروں میل تک پھیلتے چلے جاتے ہیں پس اگر بائیبل کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کے یہی معنے ہوں گے کہ فاران کے پہاڑ اور اس کا بیابان کنعان کے پاس سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے یہ تو ثابت نہ ہوگا کہ وہ ختم بھی وہیں ہو جاتا ہے۔ بائیبل تسلیم کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بیٹا اسمٰعیل نامی تھا اور بائیبل بتاتی ہے کہ وہ فاران میں رہا۔ اب فاران کے جغرافیہ کے متعلق تو اسمٰعیلؑ کی اولاد کی گواہی ہی تسلیم کی جائے گی۔ کیونکہ وہی فاران کی رہنے والی ہے۔ بنو اسرائیل تو تاریخ اور جغرافیہ میں اتنے کمزور تھے کہ وہ اس راستہ کو کبھی صحیح طور پر بیان نہیں کر سکے جس راستہ پر چلکر وہ مصر سے کنعان آئے تھے۔ دوسرے ملکوں کے متعلق ان کی گواہی کی قیمت ہی کیا ہے۔ دنیا میں ایک ہی قوم ہے جو اپنے آپکو اسمٰعیل کی اولاد کہتی ہے اور وہ قریش ہیں اور وہ عرب میں بستے ہیں اور مکہ معظمہ ان کا مرکز ہے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن (انگریزی) ص۳۳)

تربیت اولاد اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں

مکرم چودھری غلام رسول صاحب بی اے بی ٹی نیو مسلم ٹاؤن لاہور

اس مسلمہ اور بلا تردید حقیقت کے پیش نظر کہ آج کا بچہ کل کا باپ ہوگا۔ ایک ترقی پذیر قوم کے لئے ازبس ضروری ہے کہ جس پودے نے تناور درخت بننا ہے اس کی پرورش اور کانٹ چھانٹ کا شروع ہی سے خیال رکھا جائے۔ اور "قوموں کی ترقی کا انحصار نوجوانوں کی اصلاح پر ہوتا ہے" اس نظریہ کے مطابق بھی جن کندھوں پر کل قوم کا بار پڑنے والا ہے۔ ان کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی فکر سے کوتاہی برتنا دانشمندی نہیں اس موضوع پر بلند پایہ مضامین اور بصیرت افروز تقاریر اکثر پڑھنے سننے میں آتی رہتی ہیں۔ جن سے علمی طور پر تو مضمون کی اہمیت واضح ہو چکی ہے۔ مگر عملی طور پر حالات حوصلہ شکن بلکہ فکر مندانہ ہیں۔ ملک میں آئے دن بدامنی اور انتشار پھیلانے کے لئے نوعمر طبقہ کو آلۂ کار بنانا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ سیاسی شعبدہ باز اس معصوم نسل کو استعمال کرکے ایک پتھر سے دو شکار کر رہے ہیں۔ ملک کی املاک اور جان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے علاوہ ملک کے اس نوخیز اور بیش قیمت طبقہ کے اخلاق کا دیوالیہ نکالا جا رہا ہے۔ اس فیج اعوج کے زمانہ میں جہاں فسق و فجور کی دبا عام ہے۔ بے راہ روی اور قانون شکنی کا راہرو بے لگام ہے اصلاح کی توقع تو کچھ ایسی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مگر لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کی روشنی میں مایوس ہونا بھی گناہِ عظیم ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہم انصار اللہ جنہوں نے اس زمانہ کے مصلح کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد کر رکھا ہے۔ کہ بنی نوع انسان کی عموماً اور مسلمان کہلانے والے بھائیوں کی خصوصاً ہمدردی اور خیر خواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل اور احسان ہے کہ ہمیں اس وقت الٰہی قیادت (نہ کہ خود ساختہ لیڈر شپ) میسر ہے۔ اس کی راہ نمائی میں ہمیں خدمات بجالانے کے بیشتر مواقع مل رہے ہیں الحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسار چند ایک عملی پہلو جنہیں انصار بھائی بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ہر لمحہ مدنظر رکھیں گے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

عملی نمونہ کسی امر کی وضاحت کے لئے ہمیشہ مثال پیش کی جاتی ہے تا کہ وہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ بھی اپنی تعلیم کا صحیح نمونہ پیش کرنے کیلئے انبیاؑ کو وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا ہے اس لئے بچوں کے اخلاقی پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں اپنی مثال بہترین رنگ میں پیش کرنا ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری نئی پود زبانِ حال سے کہنے لگ جائے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ اس لئے ہمیں پہلے اپنے آپ کو بچوں کے لئے اچھی مثال پیش کرنا ہے۔ ہم اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی اصلاح کے بعد ہی بچوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

ا۔ نماز باجماعت کے خود سختی سے پابند ہوں گے تو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین کر سکیں گے۔

ب۔ ہر مرحلہ میں راست گوئی یعنی حقیقت پسندی کو اپنا کردار بنائیں گے۔ تو بچوں کو سچ بولنے کی عادت ڈالنے میں مددگار ہو سکیں گے۔

ج۔ ہر کام وقت پر کرنے کی عادت کا اثر بچوں پر بھی لازمی ہوگا وہ بھی وقت کے پابند ہونا سیکھ جائیں گے

د۔ خود صاف ستھرا لباس رکھ کر ہی ہم بچوں کو صاف ستھرا دیکھ سکیں گے۔

ر۔ عوام کی خدمت پر کمربستہ ہو کر بچوں کو خدمتِ خلق پر ہم آمادہ کر سکیں گے۔

س۔ ہمسایوں اور دوستوں سے محبت اور احسان کرکے بچوں کے اندر دوسروں سے محبت کرنے کا جذبہ پیدا کر سکیں گے۔

ص۔ اپنے گھر میں بہترین سلوک کا نمونہ پیش کریں گے تو گھر کے خوشگوار تعلقات بچوں پر خوشگوار اثرات ڈالیں گے بصورت دیگر آئے دن کی کھٹ پٹ بچوں کے اخلاق پر نہایت بُرا اثر ڈالے گی

ط۔ لین دین کے معاملات میں دیانتداری کا مظاہرہ بچوں کو دیانتدار بنا دے گا۔

غرضیکہ زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن میں ہم اپنے عملی نمونہ سے بچوں کے اندر خود بخود اچھی اور نیک عادات پیدا کرنے کی طرح ڈال سکتے ہیں۔

وعظ و تلقین اصلاحی پہلو اختیار کرتے وقت بعض دفعہ منفی طریق پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ یعنی بچوں کو روکنا پڑتا ہے کہ ایسا مت کرو یا ایسا مت کہو۔ کیونکہ گندے ماحول کے اثر کے تحت بعض بچے ناپسندیدہ باتیں سیکھ جاتے ہیں۔ ان کو دور کرنے یا ان سے بچوں کو دُور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے موقعہ پر چند ایک امور کو مدنظر رکھنا مفید ہو سکتا ہے۔

۱۔ اپنے آپ کو بچوں کا حقیقی ہمدرد اور محب ثابت کریں۔ بچوں کے دلوں میں یہ بات یقینی طور پر بیٹھ جائے کہ آپ کو ان کی ہر حالت میں خیر خواہی مطلوب ہے۔ آپ کا ناراض ہونا یا کسی قسم کی سزا دینا بھی ان کی بہتری کے لیئے ہے۔

۲۔ بات کو نرم اور میٹھے لہجے میں سمجھائیں۔ سخت یا حاکمانہ رویہ سے ضد پیدا ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ سختی سے عارضی نتیجہ تو نکل سکتا ہے۔ مگر دلی تعاون حاصل نہیں ہوتا۔ اگر بچے کے دل میں آپ اپنی محبت اس کے حقیقی خیر خواہ ہونے کی صورت میں گاڑ سکیں گے تو بچے کی کسی ناپسندیدہ حرکت پر آپ کی صرف ظاہری ناراضگی ہی اس پر گراں گزرے گی جسے وہ برداشت نہیں کر سکے گا اور فوراً نادم ہو کر اپنی ناپسندیدہ حرکات سے باز آ جائے گا۔ نوجوانوں اور بڑی عمر کے لوگوں کو اجتماعی رنگ میں نصائح کی جا سکتی ہیں۔ اگر فرداً فرداً کسی موقعہ پر کچھ کہنے کی ضرورت ہو تو الگ خفیہ طور پر سمجھایا جا سکتا ہے۔

ماحول کا اثر ماحول کا اثر ناگزیر ہے۔ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں پر سوسائٹی کا اثر جلد اور دیرپا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے دوست اور ساتھی کے انتخاب میں راہنمائی ضروری ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند ؛ صحبتِ طالح ترا طالح کند

یعنی اچھی صحبت نیک بنا دیتی ہے اور بُری صحبت بد بنا دیتی ہے۔

بُرے اثرات کو دُور کرنے کے لئے گھر میں پند و نصائح کی مجلس کا قیام ضروری ہے۔ گھر میں بڑے چھوٹوں کو کہانیوں کے رنگ میں اچھی اچھی باتیں سکھا سکتے ہیں۔ اس طرح بیرونی گندے ماحول کے بداثرات کو کسی حد تک دُور کیا جا سکتا ہے۔

عزّتِ نفس بچوں کے اندر عزتِ نفس کا مادہ پیدا کرنے کے لئے آپ بچوں کو ہمیشہ عزتِ نفس سے پیش آیا کریں۔ ان کو آپ کہہ کر پکارا کریں۔ ان کی اچھی باتوں کی خوب تعریف کیا کریں۔ بلکہ گاہے گاہے ان کو انعامات بھی دیا کریں۔ معمولی لغزشوں پر کبھی کبھی چشم پوشی بھی کی جا سکتی ہے۔ لیکن بری عادات کو شروع سے ہی رد کرنے میں سستی بھی نہیں ہونی چاہیئے۔

بچّوں کی ضروریات کا علم بچوں کی ضروریات کا علم اور ان کو بخوشی پورا کرنے کا احساس ہونا چاہیئے۔ ان کے لباس خوراک کے علاوہ دیگر معمولی سے معمولی ضروریات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ حسبِ استطاعت ان کی ضروریات کو ان کے مطالبہ سے پہلے ہی پورا کرنے کا اہتمام اچھے نتائج پیدا کرتا ہے۔

اس طرح باہمی محبت کے جذبات بڑھتے ہیں اور پھر آپ کی اصلاحی کوششوں سے بچے بخوشی تعاون کریں گے۔ بصورت دیگر نیز انکی ضروریات بروقت پوری نہ ہونے پر احساس کمتری کا شکار ہونے کے علاوہ وہ دوسروں کی طرف احتیاج کی نظر سے متوجہ ہوں گے جس کے نتیجہ میں وہ کئی بد عادات کا شکار ہو سکتے ہیں۔

فارغ اوقات کا بہترین مصرف روزمرہ کے ضروری اور معین پروگرام مثلاً سکول کالج کے تحصیلی اوقات کے علاوہ باقی فارغ اوقات میں بچوں کو گھر میں ہی کسی نہ کسی مفید اور صحت مند اشغال میں مصروف رکھنا مفید ہوتا ہے۔ گھروں میں حالات کے مطابق اِن ڈور گیمز کا اجراء مناسب ہوتا ہے۔ جس میں خود بھی فرصت کے اوقات میں شامل ہو کر دلچسپی پیدا کرنے کے علاوہ باہمی محبت بڑھانے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ گھر میں مناسب اور پاکیزہ لٹریچر مطالعہ کے لئے مہیا کرتے رہنا چاہیئے۔ جن میں اخبارات اور سلسلہ کی کتب شامل ہونی چاہئیں۔ ان سے بیرونی ماحول کے زہریلے اثرات کا تریاق بہم پہنچتا رہے گا۔

تمدنی اور مجلسی آداب تمدنی اور مجلسی آداب سکھانے کے لئے گھر میں پھر باہر مختلف جلسوں میں شمولیت کے لئے بچوں کی حوصلہ افزائی بلکہ مواقع پیدا کرتے رہنا چاہیئے۔ اپنے احباب اور بچوں کے دوستوں کو سادہ طریق پر دعوتوں کے ذریعہ یکجا کرکے مجلسی اور تمدنی اخلاق و ضوابط کے اسباق دیئے جا سکتے ہیں۔ ہوٹلوں اور بازاروں میں جانے کی بجائے اپنے زیر اثر دائرہ میں ایسی دعوتوں کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ اطفال اور خدام کی تنظیموں کے ماتحت کھیلوں کے مقابلے کرانے سے وسیع حلقہ میں سماجی اور تمدنی اصولوں سے واقفیت دلائی جا سکتی ہے۔ ایسے مواقع تبلیغی لحاظ سے بہت مفید ہوا کرتے ہیں۔

ریڈیو یا ٹیلی ویژن کا پروگرام گھر میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے پروگرام سننے پر کسی حد تک نگرانی ضروری ہے۔ سنتے وقت اچھی باتوں کی تعریف اور بری باتوں سے نفرت کے اظہار سے مفید اثر پڑتا ہے۔ اور اس طرح باہمی تعاون سے مخرب الاخلاق پروگرام سننے پر پابندی لگائی جا سکتی ہے اور سینما بینی سے تو بہرحال کلی اجتناب ہونا لازمی ہے۔ سینما ہال میں اچھی اور مفید فلم بھی دیکھنا مکروہ ہے۔ کیا کوئی بیت الخلاء میں بیٹھ کر پلاؤ کھانا پسند کرتا ہے؟

آخر میں سب سے اہم اور ضروری بات جسے ہمیں ہر لمحہ پیش نظر رکھنا ہے وہ توجہ الی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے بغیر کسی کام میں کامیابی ناممکن ہے۔ اس لئے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی اعانت اور رحم کے طلبگار رہیں۔ ذکر الٰہی کا ورد۔ مسنون دعائیں خود بھی پڑھیں اور بچوں کو ایسا کرنے کی تلقین کریں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری کوششیں بار آور ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے۔ آمین

تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں ایک مفید تجویز

محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے قائد وقفِ جدید

کسی قوم کی آئندہ ترقی و بہبود کا مدار اکثر و بیشتر نئی نسل کی تربیت پر ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک فارسی النسل مرد ظاہر ہوا جو ایمان کو ثریا سے واپس لایا اور اس کے ذریعہ سے ساری دنیا کے قلوب کو فتح کرنے اور ان کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھنے کے لئے ایک آسمانی فوج تیار ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے نوازا اور دنیا میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کی بنیاد رکھ دی گئی۔

مگر اسی روحانی جنگ کو آخری فتح تک پہنچانا تبھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے عظیم فرزند جلیل کی روحانی فوج کے سپاہی اپنی آنے والی نسلوں میں بھی دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کی روح پھونک دیں۔ تا وہ اس وقت تک اس روحانی جنگ کو جاری رکھیں کہ زمین اپنے رب کے نور سے حسب بشاراتِ خداوندی جگمگ جگمگ کرنے لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی مقدس کے ذریعہ سے اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی کہ

تُشْرِقُ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

ایک زمانہ آنے والا ہے کہ زمین اپنے رب کے نور سے بقعۂ نور بن جائے گی۔

ہماری نئی نسل اسی صورت میں ہی جوانی کی عمر کو پہنچ کر دین کی سپاہی بن سکتی ہے کہ ہم بچپن سے ہی یہ امر ان کی فطرت میں داخل کر دیں کہ وہ دین کے سپاہی ہیں اور ان کی ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے دنیا میں ایک عظیم الشان روحانی انقلاب برپا کر دیں گی جس کی روشنی آنکھوں کو خیرہ اور قلوب کو حیران کر دے گی۔

یہ نفسیات کا ایک عام مسئلہ ہے کہ بچپن میں جو باتیں بچے کی گھٹی میں ڈال دی جائیں وہ ساری عمر اپنے اثرات کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ بہت سی ذہنی بیماریاں اور الجھنیں بچپن میں ہی جنم لیتی ہیں اور لاشعور میں چھپی رہتی ہیں اور بعد کے زمانہ میں عجیب فتور برپا کرتی ہیں۔ اسی طرح اگر بچپن کی بہت جلد متاثر ہونے والی ذہنیت میں

ہم کوئی نیک جذبہ داخل کردیں تو ؤہ بمنزلہ ایک بیج کے ہوگا اور بعد کے زمانہ میں اگر اللہ تعالےٰ کا فضل یاوری کرے تو ایک تن آور درخت بن جائے گا۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے الفاظ دہرائے جائیں۔ بچہ اس وقت ان کلمات یا ان کے معانی کا کچھ بھی شعور نہیں رکھتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو یہ حکم دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد لغو نہیں ہوسکتا۔ یہ ارشاد بھی باریک حکمت پر مبنی ہے بچہ اگرچہ اذان اور اقامت کے کلمات اور ان کے معانی کا کوئی شعور نہیں رکھتا مگر اذان دینے والے شخص (جو بچہ کے کان میں اذان دیتا ہے) کے خیالات بچے کے ذہن پر ضرور مرتسم ہو رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً اذان دینے والا کہتا ہے اللہ اکبر یعنی اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ تو یہ خیال بچہ کے ذہن میں ضرور ایک مخفی اثر چھوڑتا ہے کہ بعد میں اگر اس مخفی اثر کی آبیاری کی جائے تو اسے مزید نشو ونما دی جا سکتی ہے۔

اسی طرح کی ایک مفید تجویز اس مضمون میں احباب جماعت کے سامنے رکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنے بچے کو بھی خواہ وہ ایک دن کا ہی ہو دین کا سپاہی قرار دیں اور اس کی طرف سے دین کی مالی قربانی میں حصہ لینا شروع کردیں۔ آپ کے بچہ کو قطعاً یہ احساس نہ ہوگا کہ اس کی طرف سے مثلاً وقفِ جدید کا چندہ ادا کر دیا گیا ہے۔ مگر بچے کی طرف سے وقفِ جدید کا چندہ ادا کرتے وقت آپ کا یہ خیال اور جذبہ کہ یہ بچہ دین کا ایک مجاہد ہے اس کے ذہن پر ضرور اثر انداز ہوگا۔ یہ خیال اور جذبہ ایک بیج کی طرح اس کی فطرت کی زمین میں داخل ہوجائے گا اور بعد میں اسے نشو ونما کے ذریعہ ایک تناور درخت بنایا جا سکتا ہے۔

جب بچہ ذرا بڑا ہو اور کچھ شعور حاصل کرلے تو پھر اس کو یہ بتائیں کہ تم اس دن سے ہی اسلام کے سپاہی ہو جبکہ تم پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت تم خود یہ چندہ اپنے ہاتھ سے ادا نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے تمہاری طرف سے ہم اس کی ادائگی کردیتے تھے۔ اب تم خود جاکر اپنے ہاتھ سے یہ چندہ ادا کرو اور دین کے جہاد میں حصہ لو۔ اب بچے کو لاشعوری احساس کے علاوہ شعوری طور پر احساس ہوجائے گا کہ وہ واقعی دین کا ایک سپاہی ہے اور اس کی قربانی کے ذریعہ سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہونے والا ہے۔

جب بچہ کے دل میں ایسے انقلابی جذبات مزید کوششوں اور دعاؤں کے ذریعہ ترقی کریں گے اور آنے والے عالمگیر روحانی انقلاب پر اس کا ایمان بڑھے گا اور وہ دین کے جہاد میں مزید ترقی کرے گا اور خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بے چین ہوجائے گا۔ اور اپنے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کی امنگ محسوس کرنے لگے گا۔

پس اگر اللہ تعالےٰ کا فضل ساتھ دے اور ہماری دعائیں قبول ہوجائیں تو بچوں کی طرف سے وقفِ جدید

کے سلسلہ میں مالی قربانی ان کی آئندہ زندگی میں ایک عظیم روحانی تغیر پیدا کر سکتی ہے۔

ہمارے امام ہمام ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ وقفِ جدید کا تمام مالی بوجھ جماعت کے بچے اٹھالیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میری خواہش بھی ہے اور میں دُعا بھی کرتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان بچے اور چھوٹے بچے جنہیں مَیں نے اس میں شامل کیا ہوا ہے وقفِ جدید کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائیں اور میرے نزدیک ایسا ممکن ہے لیکن ان کے والدین اور سرپرست اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں رکھتے۔ یا انہیں ذمہ داری کا اتنا احساس نہیں جتنا ہونا چاہیئے۔ انہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ دو چیزوں میں سے کونسی چیز پسند کریں گے ایک یہ کہ ان کے بچے بچپن کی عمر سے ہی بخل کی عادتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اس دنیا میں اور اس دنیا میں اللہ تعالےٰ فضلوں کے وارث ہوتے چلے جائیں۔ یا وہ یہ پسند کریں گے کہ جہنم کے اندر ان بچوں کی گردنوں میں وہ طوق ہو جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت (الیٰ عمران) میں کیا گیا ہے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔" (الفضل ۲۶ اخاء ۱۳۴۷ ہش صفحہ ۶)

گویا حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اس زمانہ کی روحانی جنگ کا ایک محاذ اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں۔ پس "اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو" اٹھو اور اپنے امام کی آواز پر لبیک کہو۔ تا اللہ تعالےٰ ہماری آئندہ نسلوں پر بھی اپنا فضل کرے۔ اور انہیں پہلوں سے بڑھ کر دین کا مجاہد اور فتح نصیب جرنیل بننے کی توفیق دے۔ آمین۔

"تم یہ نہ دیکھو کہ ابھی ہماری جماعت کی تعداد زیادہ نہیں۔ اگر یہ سکیم کامیاب ہوگئی تو تم دیکھو گے کہ دو تین کروڑ لوگ تمہارے اندر داخل ہو جائیں گے اور جب دو کروڑ اور آدمی تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو آمد کی کمی خود بخود دُور ہو جائیگی۔ دو کروڑ آدمی چھ روپیہ سالانہ دے تو بارہ کروڑ روپیہ بن جاتا ہے۔ اگر ایک کروڑ روپیہ ماہوار ہو تو دو لاکھ مبلغ رکھا جا سکتا ہے جو بیس لاکھ میل کے رقبہ میں پھیل جاتا ہے۔" (المصلح الموعودؓ)

ربوہ میں مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے ۱۷ویں سالانہ اجتماع کا

پروگرام

۱۷ نبوت ۱۳۵۱ ہش - نومبر ۱۹۷۲ء - بروز جمعۃ المبارک

بعد دوپہر

— اجلاس اوّل —

۳-۳۰ تا ۳-۴۰	تلاوت قرآن کریم	مکرم قاری محمد عاشق صاحب
۳-۴۰ تا	دعا، عہد، افتتاحی خطاب	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی جائیگی
۴۵ منٹ	تفریحی و ورزشی مقابلہ جات	

وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام

— اجلاس دوم —

۷-۰۰ تا ۷-۰۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم حافظ مسعود احمد صاحب
۷-۰۵ تا ۸-۱۰	سالانہ رپورٹ کارگزاری	قائدین کرام مرکزیہ
۸-۱۰ تا ۸-۲۰	درس قرآن کریم	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب
۸-۲۰ تا ۸-۳۰	درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم	" عبدالمالک خان صاحب
۸-۳۰ تا ۹-۳۰	ا- انتخاب صدر ب۔ شوریٰ	

شب بخیر

۱۸ نبوت ۱۳۵۱ ہش - نومبر ۱۹۷۲ء - بروز ہفتہ

صبح

— اجلاس اوّل —

۵-۰۰ تا ۵-۳۰	نماز تہجد	
۵-۳۰ تا ۶-۵	نماز فجر	
۶-۵ تا ۶-۳۰	درس قرآن کریم	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب

وقت	پروگرام	
۶-۲۰ تا ۷-۲۰	سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۵ منٹ	۱۔ جرأت و بہادری	مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر
"	۲۔ توکل علی اللہ	" مولانا عبدالمالک خان صاحب
"	۳۔ بچوں کے ساتھ شفقت	" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر
"	۴۔ بیوی سے حسن سلوک	" مولوی عبدالمجید صاحب کراچی
۷-۲۰ تا ۸-۴۵	ناشتہ وغیرہ	

ـ اجلاس دوم ـ

وقت	پروگرام	
۸-۴۵ تا ۸-۵۳	تلاوت قرآن کریم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۸-۵۳ تا ۹-۰۰	نظم	" قریشی عبدالرحمٰن صاحب
۹-۰۰ تا ۹-۱۵	درس قرآن کریم	" صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۹-۱۵ تا ۱۰-۳۰	سیرت صحابہ کرامؓ	
۱۵ منٹ	۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "شانِ صدیقیت"	" مولانا ابوالعطاء صاحب
"	۲۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "شانِ فاروقیت"	" عبدالمالک خان صاحب
"	۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ "شانِ استقامت"	" شیخ مبارک احمد صاحب
"	۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "علمی خدمات"	" قاضی محمد نذیر صاحب
"	۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "جمع حدیث"	" مولوی غلام باری صاحب سیف
۱۰-۳۰ تا ۱۰-۴۵	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ضرورت و اہمیت	" دوست محمد صاحب شاہد
۱۰-۴۵ تا ۱۱-۰۰	وقفہ عارضی	" مولوی عبداللطیف صاحب ستکوہی
۱۱-۰۰ تا ۱۲-۰۰	انعامی تقریری مقابلہ	منصفین

عنوانات:۔ ۱۔ خلیفہ خدا بناتا ہے — ۱۔ مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب

۲۔ نماز باجماعت کی اہمیت — ۲۔ " چوہدری احمد مختار صاحب

۳۔ تبلیغ کا بہترین طریق اور میرا تجربہ — ۳۔ " نسیم سیفی

۴۔ خلافت ثالثہ کی تحریک "تعلیم القرآن"

نوٹ:۔ مقرر کسی ایک موضوع پر اظہارِ خیال کرے گا۔

وقت	پروگرام	نام
۱۲-۰۰ تا ۱۲-۱۰	نظم	مکرم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی

نماز ظہر و عصر و طعام

- اجلاس سوم -

وقت	پروگرام	نام
۲-۰۰ تا ۲-۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب
۲-۵ تا ۲-۱۵	نظم	" چوہدری شبیر احمد صاحب
۲-۱۵ تا ۲-۳۰	درس قرآن کریم (عہد کی پابندی)	" مولوی نذیر احمد صاحب مبشر

درس ملفوظات

وقت	پروگرام	نام
۲-۳۰ تا ۲-۴۵	۱- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا غیر از جماعت سے حسن سلوک	" پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
۲-۴۵ تا ۳-۰۰	۲- تربیت اولاد	" نسیم سیفی
۳-۰۰ تا ۳-۴۵	سوال و جواب (نوٹ سوالات اختلافی عقائد یا سیاسیات سے متعلق نہ ہونگے۔)	مکرم مولانا ابو العطاء صاحب " شیخ مبارک احمد صاحب " مولانا عبد المالک خان صاحب

سیرۃ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وقت	پروگرام	نام
۳-۴۵ تا ۴-۰۰	۱- حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہیدؓ	" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی
	۲- حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ	" سید احمد علی شاہ صاحب
۴-۱۵ تا ۵-۰۰	۱- اجلاس ناظمین اعلیٰ / ناظمین اضلاع / مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ ۲- ورزشی مقابلہ جات	
۵-۰۰ تا ۷-۳۰	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام	

- اجلاس چہارم -

وقت	پروگرام	نام
۷-۳۰ تا ۷-۳۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۷-۳۵ تا ۷-۴۵	نظم (عربی)	" مولوی بشارت احمد صاحب بشیر
۷-۴۵	خطاب	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس

شب بخیر

۱۹ نبوت ۱۳۵۱ ہش نومبر ۱۹۷۲ء ۔ بروز اتوار

— اجلاس اوّل —

وقت	پروگرام	
۵-۰۰ تا ۵-۳۰	نماز تہجد	
۵-۳۰ تا ۶-۵	نماز فجر	
۶-۵ تا ۶-۲۰	درس قرآن کریم (فیضان نبوت محمدیہ)	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
۶-۲۰ تا ۶-۳۵	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	" مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب
۶-۳۵ تا ۶-۵۰	تسبیح وتحمید کی اہمیت	" ملک سیف الرحمٰن صاحب
۶-۵۰ تا ۷-۵	پانچ وقتہ نماز کا التزام	" پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب
۷-۵ تا ۷-۳۵	ذکرِ حبیب علیہ السلام	انتظام زیر مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
۷-۳۵ تا ۸-۴۵	وقفہ برائے ناشتہ	

— اجلاس دوم —

وقت	پروگرام	
۸-۴۵ تا ۸-۵۲	تلاوت قرآن کریم	مکرم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب
۸-۵۲ تا ۹-۰۰	نظم	" قریشی عبد الرحمٰن صاحب
۹-۰۰ تا ۹-۱۵	انصار اللہ کی ذمہ داریاں	" میاں محمود احمد صاحب
۹-۱۵ تا ۱۰-۱۰	سوال وجواب (نوٹ: سوالات اختلافی قضایا سیاسیات سے متعلق نہ ہوں گے)	۱۔ " پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ۲۔ " ملک سیف الرحمٰن صاحب ۳۔ ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب جواب دینگے
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۵	تبلیغ کی اہمیت	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۲۵ تا ۱۰-۳۵	نظم	" چوہدری شبیر احمد صاحب
۱۰-۳۵ تا ۱۱-۱۰	خطاب	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس
۱۱-۱۰ تا ۱۱-۲۰	نظم	مکرم نثار احمد صاحب فاروقی
۱۱-۲۰ تا	تقسیم انعامات واسناد خوشنودی واختتامی خطاب عہد ودعا	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست کی جائے گی۔

قائد عمومی

ہم آپ کی خدمت کے لیے تیار ہیں

○ آپ کو موجودہ زمانہ کی مشکلات کے بہترین اسلامی حل کی تلاش ہوگی
○ آپ کو اپنی زندگی کے ہر موڑ کو ترقی کی طرف لے جانے والے مضامین درکار ہوں گے۔
○ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہترین قرآنی تفسیر پڑھنا چاہتے ہوں گے۔
○ آپ اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے صحیح اسلامی لائنوں پر تربیت پانے کے خواہشمند ہوں گے۔
○ آپ حقیقی اسلام کی روزافزوں ترقی کے حالات جاننا چاہتے ہوں گے۔ یہ سب چیزیں آپ کو ماہنامہ انصار اللہ سے مل سکیں گی۔ جس کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ۱۹۶۲ء کے اجتماع انصار اللہ کے موقعہ پر فرمایا:-

"یہ رسالہ خدا کے فضل سے بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا جاتا اور ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلا پیدا کرنے والے اور روح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔"

(مطبوعہ ماہنامہ انصار اللہ نومبر ۱۹۶۲ء)

پس آج ہی اس کی خریداری قبول فرما کر ہمیں خدمت کا موقعہ دیں۔ نمونہ کا رسالہ مفت حاصل کریں۔

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

حُبّ الوطنی کا تقاضا

اپنے وطن عزیز پاکستان کو مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر پاکستانی خدمت اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو جائے۔ اس اہم کام کو جلد از جلد مکمل کرنا مجلس انصار اللہ کے ہر رکن کا فرض ہے۔ (قیادت اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

فلاح دارین کے حصول کا طریق

اگر دلوں پر اثراندازی چاھتے ھو تو عملی طاقت پیدا کرو

" اگر تم چاھتے ھو کہ تمہیں فلاح دارین حاصل ھو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو ۔ عقل سے کام لو اور کلام الہی کی ھدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ تب البتہ کامیاب ھو جاؤ گے ۔ کسی نے کیا اچھا کہا ھے ۔

سخن کز بروں آید نشیند لا جرم بر دل

پس پہلے دل پیدا کرو ۔ اگر دلوں پر اثراندازی چاھتے ھو تو عملی طاقت پیدا کرو کیونکہ عمل کے بغیر قولی طاقت اور انسانی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچاسکتی ۔ زبان سے قیل و قال کرنے والے تو لاکھوں ھیں ۔ بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر چڑھ کر اپنے تئیں نائب الرسول اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ھیں کہتے ھیں کہ تکبر ، غرور ، بدکاریوں سے بچو مگر جو ان کے اپنے اعمال ھیں اور جو کرتوتیں وہ خود کرتے ھیں ۔ ان کا اندازہ اس سے کر لو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ھوتا ھے ۔

اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے اور کہنے سے پہلے خود کرتے تو قرآن شریف میں لم تقولون مالا تفعلون (الصف) کہنے کی کیا ضرورت پڑتی ؟ یہ آیت ھی بتلاتی ھے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ھیں اور ھوں گے ۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔